علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی فقہ حنفی کی تائید

اسباب اور ثمرات

ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری
شعبۂ عربی امر سنگھ کالج، سری نگر کشمیر

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اگرچہ جملہ اسلامی علوم کے متبحر عالم تھے تاہم فقہ و حدیث میں ان [کا] مرتبہ نہایت بلند تھا اور اس میں وہ اپنے جلیل القدر معاصرین میں ممتاز اور منفرد تھے۔ اپنے دور [ط]الب ہی میں ان کی فقہی بصیرت مشہور ہوگئی تھی۔ بلکہ مولانا عبدالحی حسنیؒ نے انہیں سر برآوردہ فقہاء [احن]اف میں شامل کیا ہے[1]۔ انہوں نے فقہ کا تقابلی مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ مسائل کا آسانی کے [س]اتھ احاطہ کرکے مختلف پہلوؤں سے ان کی حقیقت نمایاں کرتے تھے۔ ان کی اس خوبی سے دارالعلوم [دیو]بند تشنگانِ فقہ کا مرکز و محور بن گیا۔ نیز آن کی اسی صلاحیت ہی کی بنا پر علامہ اقبالؒ اور مولانا آزاد [آپ] سے مختلف قسم کی علمی و فقہی خدمات حاصل کرنے کے خواہشمند ہوئے۔ مولانا سعید احمد اکبرآبادی لکھتے [ہیں] کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے دارالعلوم سے مستعفی ہونے کے ایام میں علامہ اقبالؒ نے ایک بار کہا:

> "آج اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی جدید تدوین ہے جس میں زندگی کے سینکڑوں مسائل کا صحیح اسلامی حل پیش کیا گیا ہو، جن کو دنیا کے موجودہ اور بین الاقوامی سیاسی، معاشی اور سماجی احوال و ظروف نے پیش کر دیا ہے۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس کام کو میں اور شاہ صاحب دونوں مل کر ہی کر سکتے ہیں۔ ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس وقت عالمِ اسلام میں ایسا نظر نہیں آتا جو اس عظیم الشان ذمہ داری کا حامل ہو سکے۔۔
> ۔۔۔۔میں شاہ صاحب کے سامنے سوالات پیش کروں گا اور وہ جواب دیں گے۔"[2]

چونکہ یہ کام اسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا جب ایک عالمِ دین کو جملہ مذاہبِ فقہیہ پر گہری نظر ہو مذہب اور قانونِ مذہب کی روح سے اچھی طرح واقف ہو۔ علامہ اقبالؒ جو خود قانون کے ماہر تھے، مولانا انور شاہؒ

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۸   [2] حیات انور ص ۱۹۳

کے بارے میں مطمئن تھے کہ انہیں قدرت نے وہ سارے کمالات عطا کئے ہیں جو فقہ اسلامی کی جدید تدوین جیسے اہم اور نازک کام کے لئے خشت اوّل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ وسیع العلم ہونے کے ساتھ تفقہ فی الدین کے سارے لوازمات جیسے دقائق و غوامض کی تحلیل قوت تطبیق، صحیح اسلامی سپرٹ کی شناسائی اور سب سے بڑھ کر مسلکی بے تعصبی اور علمی دیانتداری سے آراستہ ہیں۔ خود علامہ محمد زاہد الکوثری مصری نے ان کی اسی بصیرت اور فقاہت کو دیکھ کر کہا تھا:

"احادیث کے معانی اور مباحث میں غوّاصی کرنے میں علامہ ابن ہمام کے بعد اس امت میں اس پایہ کا فقیہ نہیں گزرا ہے یہ کوئی کم زمانہ بھی نہیں ہے۔" (نفحۃ العنبر وحیات انور: ۲۰۹)

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اپنے استاد (حضرت شاہ صاحبؒ) کی فقہی بصیرت و بصارت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علامہ کشمیریؒ نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی تصانیف خاص طور پر مؤطا، کتاب الآثار اور کتاب الحج کا نہایت رسوخ و اتقان کے ساتھ مطالعہ کیا تھا پھر شمس الائمہ سرخسیؒ کی مبسوط[۲] اور امام طحاوی کی

---

[۱] مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تصنیف "حکیم الامت: نقوش و تاثرات" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:
"مولانا انور شاہ کی بزرگی اور علم و فضل کے مولانا محمد علی جوہر بھی قائل تھے لیکن رائے وہی رکھتے تھے جو بعض اکابر حنفیہ نے ابن تیمیہؒ سے متعلق ظاہر کی ہے کہ ان کا علم و فضل ان کی فہم سے بڑھا ہوا تھا۔"
(حکیم الامت: ص ۱۱، مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۳ء)

مگر جن حضرات کو حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھنے اور ان سے مستفید ہونے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملا ہے ان کے تاثرات بالکل مختلف ہیں، کہیں سے ان کے فہم کی کمی کا کوئی تاثر نہیں ملتا ہے۔ اصل میں یہ رائے مولانا جوہرؒ ہی کے بارے میں ان کے بعض مخلص ناقدین رکھتے ہیں اس کے لئے ڈاکٹر عبدالحق کا کتابچہ "چند ہم عصر" میں مولانا محمد علی کا تذکرہ اور عبدالعلی عباسی صاحب کی تصنیف "تحریک خلافت" دیکھے جا سکتے ہیں۔

[۲] یہ کتاب امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کی مبسوط کی شرح ہے جس کی اہمیت و عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ یورپ کا ایک فاضل مقنن یہ کتاب پڑھ کر اتنا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کیا اور کہا کہ یہ چھوٹے محمد کی کتاب کی شان ہے پس بڑے محمدؐ کی کتاب (قرآن) کی عظمت کا کیا حال ہوگا۔ ھذا کتاب محمدکم الاصغر فکیف کتاب محمدکم الاکبر۔
بلوغ الامانی: علامہ محمد زاہد الکوثری: ص ۶۱

معانی الآثار اور مشکل الآثار کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ خود ایک بار فرمایا: "میں نے امام طحاوی کا بیس مرتبہ مطالعہ کیا اس کے باوجود کبھی جھکیوں پہ اطمینان نہیں ہوا" اسی طرح مذاہب اربعہ کی چوٹی کی کتابیں از اول تا آخر مطالعہ کیں اور اپنی قوت حافظہ کی مدد سے یہ سارا ذخیرہ ان کے قلب و دماغ میں محفوظ رہا اور جس وقت جس چیز کو پیش کرنے کی ضرورت ہوتی تھی یہ سارا ذخیرہ آنکھوں کے سامنے پھرتا تھا۔ مولانا بنوری لکھتے ہیں:

لم یکتف فی الفقہ بمطالعۃ الفقہ الحنفی بل طالع من کبار کتب الفقہ المالکی والشافعی والحنبلی ما یقضی العجب ویورث الحیرۃ[1]

انہوں نے احناف کے کتب فقہ کے مطالعہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ مذاہب کی چوٹی کی فقہی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا تھا اور یہ مطالعہ اتنا پھیلا ہوا تھا کہ حیرت ہوتی ہے۔

...

امام ابوبکر کاسانی کی بدائع الصنائع اور ابن نجیم کی البحر الرائق، ان کے برادر عالی قدر کی النہر الفائق، علامہ شامی کی رد المحتار اور امام شافعی کی کتاب الام کی ایک ایک سطر زیر نگاہ تھی۔ الام سے بے حد متاثر تھے اور فرماتے تھے:

کلما اطالع کتاب الام یقع فی قلبی ان امام الشافعی من اذکیاء الامۃ[2]

جب جب میں کتاب الام کا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ بات میرے دل میں جگہ پکڑتی ہے۔ کہ امام شافعی صاحب رح اذکیاء امت سے ہیں۔

...

بدائع اور الصنائع کو اپنے فن میں عظیم الشان کتاب قرار دیتے تھے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رح نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر یہ چند کتابیں محفوظ و موجود ہوں اور پھر سارا علم تلف ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری، علم معانی و بیان میں علامہ بہاء الدین کی شرح تلخیص المفتاح، نحو میں اشمونی، منطق میں بحر العلوم کی شرح سلم، فقہ میں بدائع الصنائع اور اصول فقہ میں تحریر الاصول اور اس کی تلخیصات[3] یہ بھی فرماتے تھے کہ عراقی حنفی فقہاء کی تالیفات علمائے خراسان کی تصانیف سے زیادہ محکم اور معتبر ہیں لیکن علامہ ابوبکر کاسانی کی بدائع الصنائع، باوجود اس کے کہ علامہ کاسانی خراسان سے تعلق رکھتے تھے ثبت و اتقان میں علمائے عراق کی تالیفات ہی کے مانند ہے۔ جو کوئی بھی شخص اس کا بغائر مطالعہ کرے گا۔ وہ فقیہ النفس بنے گا۔ اسی طرح علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر، جو اصول فقہ جیسے موضوع پر کئی ضخیم جلدوں پر پھیلی ہوئی کتاب ہے، کا مطالعہ صرف بیس دن میں کیا تھا اور وہ بھی اسی طرح کہ کتاب الحج تک اس کی تلخیص بھی کی تھی۔ اور ابن ہمام نے مصنف ہدایہ پر جتنے اعتراضات کئے ہیں ان کے جوابات بھی قلمبند کئے تھے۔ اس سرعت مطالعہ کے ساتھ ہزاروں

---

[1] نفحۃ العنبر من ھدی الشیخ الانور: ص ۸۵ (مطبوعہ ڈابھیل) [2] نفحۃ العنبر: ص ۸۵
[3] کشکول: ص ۲۱۸ - کراچی -

صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب اس طرح جذب کی تھی کہ خود ایک بار فرمایا : ۲۶ سال قبل اس کتاب کا مطالعہ کر چکا ہوں اور آج تک اسکی طرف مراجعت کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ اگر آج بھی اس کا مضمون بیان کروں گا تو بہت کم فرق پاؤگے[1] ایک اور مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ابن ہمام نے اس کتاب میں حنفی مذہب کی جتنی بھی دلیلیں پیش کی ہیں وہ سب علامہ جمال الدین زیلعی کی تخریج (نصب الرایۃ) سے مستفاد ہیں۔ صرف تین جگہیں اس استفادے سے خالی ہیں جن میں ایک مہر کا مسئلہ ہے[2] تاہم علامہ انورشاہؒ ابن ہمامؒ کو نہ صرف فقہائے احناف میں بلکہ جملہ مذاہب اربعہ میں اصول فقہ کے بے نظیر محقق مانتے تھے۔ مولانا بنوری لکھتے ہیں :

کان شیخنا ومولانا الشیخ محمد انور	ہمارے استاد مولانا محمد انورشاہ رحمہ اللہ
شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ یقول لیس فی علماء	فرماتے تھے کہ مذاہب اربعہ میں ابن ہمامؒ جیسا
المذاهب الاربعة اصولیاً محققاً مثل	کوئی محقق اور ماہر اصول فقہ نہیں گزرا ہے۔ وہ
المحقق ابن الهمام وکان یقول کتابه	(حضرت شاہ صاحب) ان کی کتاب تحریر الاصول
تحریر الاصول کتاب لانظیر له فی الضبط	کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ یہ کتاب ضبط و
والاتقان ولکنه من اصعب الکتب[3]	اتقان میں بے مثل ہے تاہم کتابوں میں بڑی مشکل
...	اور دقیق بھی ہے۔

اسی طرح علامہ برہان الدین مرغینانیؒ کی شہرہ آفاق کتاب ہدایہ سے مرعوب کی حد تک متاثر تھے اور کہتے تھے کہ ائمہ اربعہ کی فقہی کتابوں میں ہدایہ جیسی کتاب موجود نہیں ہے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ بعض علماء نے جو یہ کہا ہے کہ ہدایہ امام سرخسی کی مبسوط سے ماخوذ ہے میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ ہدایہ کی ادبی مٹھاس اور اسکی جزالت و فخامت اس سے ابا کرتی ہے[4] صاحب ہدایہ کی مختصر نگاری، حسن تعبیر اور استیعاب مسائل ان کے ایسے کمالات ہیں جن کا مظہر اتم ہدایہ ہے۔ مذاہب اربعہ میں اس شان اور اسلوب کی دوسری کتاب موجود نہیں ہے[5] یہ بھی فرماتے تھے کہ کسی شیعہ فاضل نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں عربی ادب کی کتابیں صرف تین ہیں : قرآن حکیم، صحیح بخاری

---

[1] نفحۃ العنبر: ص ۳۸ ، مطبوعہ ڈابھیل سورت ۱۹۳۶ء

[2] ایضاً [3] بُغیۃ الاریب فی مسائل القبلۃ والمحاریب۔ (علامہ بنوری محدث : ص ۱۲۴)

[4] بُغیۃ الاریب : ص ۱۲۴ مطبوعہ مصر۔

[5] نصب الرّایۃ ، مقدمہ : محدث بنوریؒ : ص ۸

اور ہدایہ فاضل موصوف نے بالکل درست کہا ہے [۱] علامہ کشمیری یہ بھی فرماتے تھے کہ صاحب ہدایہ کو تفقہ میں جو مرتبہ حاصل ہے۔ صاحب درِ مختار جیسے ہزار فقہا بھی اسے نہیں پا سکتے ہیں۔ صاحب درِ مختار کا علم کتابی علم ہے جبکہ صاحب ہدایہ کا علم علم سینہ ہے۔ مجھے ایک شخص نے کہا کہ کیا آپ فتح القدیر جیسے اسلوب میں کتاب لکھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا: ہاں، اس نے پوچھا کہ کیا ہدایہ کے اسلوب و انداز میں بھی؟ تو میں نے جواب دیا ہرگز نہیں یہاں تک کہ اس جیسی عبارت میں چند سطور بھی نہیں لکھ سکتا۔

ہدایہ کے الفاظ موتیوں کی مانند ہیں جو معانی و مطالب کے مغز اور جوہر پر حاوی ہیں [۲] علامہ کشمیری کی اس رائے کی تائید ایک مغربی ماہر قانون کے تبصرے سے ہوتی ہے۔ موصوف نے عربی میں ہدایہ کا مطالعہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے فرانسیسی ترجمے کو پڑھا تھا۔ اس نے لکھا ہے: "اس کتاب میں دماغ کی ایک بڑی طاقت نظر آتی ہے۔ اور ایک ایسا فلسفۂ قانون ہے جس میں بہت باریکیاں پائی جاتی ہیں [۳]"

ان اہم ترین فقہی تصانیف کے علاوہ حضرت شاہ صاحبؒ نے ہند اور ہند سے باہر ان بیشمار شروح و حواشی کا مطالعہ کیا تھا جن کی صحیح تعداد خدا ہی جانتا ہے۔ اور جن کا کچھ حوالہ ان کی تصانیف، امالی اور ملفوظات میں ملتا ہے۔

فنی اور علمی اعتبار سے مولانا انور شاہؒ نے فقہ اسلامی کی کیا خدمات انجام دی ہیں اور فقہ کی ترتیب اور تشکیل جدید میں ان کے تحریری سرمائے سے کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے ہمیں کیا راہنمائی مل سکتی ہے۔؟ اس موضوع پر اصحاب فن ہی قلم اٹھا سکتے ہیں۔ اور زیر نظر مضمون میں اس نازک موضوع سے تعرض کرنے کا مضمون نگار کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اس مضمون میں مضمون نگار کو ان اسباب اور وجوہ کا کھوج لگانا مقصود ہے جو علامہ انور شاہؒ کی مسلک حنفی کی تائید کے پیچھے کارفرما تھے۔ طالب علموں کو یہ جاننے کی خواہش ہے کہ اگر علامہ ممدوح وسیع النظر عالم دین اور اپنے وقت کے ممتاز ترین محدث و فقیہ تھے۔ تو فقہ میں ان کا مقلد محض ہونا اور فقہ حنفی کی تائید و توثیق کو اپنی علمی خدمات کا جزء بنا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا یہ کسی مسلکی تعصب کا ردعمل تھا یا ان کی تقلید کسی گہری

---

[۱] نامناسب نہ ہوگا اگر ہم ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی زبان سے شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی مرحوم کا ایک قول یہاں نقل کریں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم صحیح بخاری کے بڑے مداح اور قدر دان تھے۔ اور کہتے تھے: "عربی زبان سیکھنے کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ ہدایہ کے بھی وہ بہت ثناخواں تھے۔ اور جس قدر مختلف نسخے ان کے پاس بکنے کو آتے وہ خوشی خوشی انہیں خریدتے تھے۔" (چند ہم عصر: ص ۱۰۳)

[۲] نصب الرایہ (مقدمہ) ص ۱۴

[۳] صدق جدید ۱۸ اگست ۱۹۶۱ء

تحقیق پر قائم تھی؟ کیا اس تائید سے انہوں نے وقت کی کوئی اہم ترین خدمت انجام دی ہے یا ایسا کرنے سے انہوں نے اپنی عمر ضائع کی ہے؟[1] یہ فقہ سے کہیں زیادہ تاریخ سے تعلق رکھنے والا موضوع ہے اور نہ صرف طالب علموں کے لئے دلچسپ ہے بلکہ علامہ انورشاہ کشمیریؒ کی حیات، شخصیت اور کارناموں کا نہایت ہی اہم حصہ ہے۔ ہم نے اس موضوع پر جو کچھ مطالعہ کیا ہے اور بالآخر جس نتیجے پر پہنچے ہیں اسے بالاختصار قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

علامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ فقہ میں بلاشبہ مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود وہ مقلّد محض تھے۔ خود فرماتے ہیں؛

ما من فنٍّ الّا ولی فیہ رأیٌ الّا الفقہ	میں تمام علوم و فنون میں اپنی رائے رکھتا ہوں
فانا فیہ مقلّد صرف۔	ہاں! فقہ میں، میں مقلّد محض ہوں۔

(فیض الباری ج ۳ ص ۱۷)

---

[1] ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل ایک سلفی مصنّف نے صاف صاف لکھا ہے کہ مولانا انورشاہ صاحب نے ایسا کرکے اپنی عمر ضائع کی۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ بوڑھے تھے اور بڑھاپے کے زیر اثر اس غیر ضروری کام میں لگ گئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: اللمحات الی ما فی انوار الباری من الظلمات۔ ج اول) واضح رہے علامہ محمد انورشاہ کشمیریؒ کے انتقال پر حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے معارف کے شذرات میں جو خراج عقیدت پیش کیا تھا اس میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے؛ "مرتے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللّٰہ اور قال الرّسول کا نعرہ بلند رکھا۔" بحوالہ یادِ رفتگاں: ص ۱۶۹۔ یہ بھی یاد دلانے کے قابل ہے کہ علامہ انورشاہ کشمیریؒ کی عمر انگریزی تقویم کے لحاظ سے ۵۸ سال سے کچھ کم ہی تھی۔ مؤلف اللمحات نے بڑی جلدی میں آکر علامہ انورشاہ صاحب کی تنقیص کی ہے۔ فقہ حنفی کی تائید کرکے علامہ انورشاہ صاحب نے کوئی "نئی بے مقصد" خدمت انجام نہیں دی ہے۔ یہ خدمت اپنے اپنے وقت میں تمام انصاف پسند محققین نے انجام دی ہے۔ اور جب تک "جزء رفع الیدین" "قرأۃ خلف الامام" وغیرہ جیسی کتابیں دنیا میں موجود رہیں گی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ کس میں ہمت ہے کہ الجامع الصحیح سے "وقال بعض النّاس" قسم کی عبارت و مضمون کو غیر ضروری سمجھ کر اسے کتاب ہی سے خارج کرنے کا مشورہ دے۔

وہ فقہ میں اجتہاد کی ضرورت ضرور تسلیم کرتے ہیں مگر اسے فقہاء اسلام کی سی بصیرت و بصارت سے مشروط کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ خود ثانی العلم تھے مگر اس کے باوجود انہیں اعتراف تھا کہ وہ اس معیار پہ اُترنے کے پورے اہل نہیں ہیں۔ ایک مرتبہ جب مصر کے ایک بلند مرتبہ حنبلی المسلک عالم نے ان کے علم و فضل سے غیر معمولی متاثر ہو کر کسی علمی مجلس میں کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ یہ شخص (علامہ انور شاہ کشمیری) ابوحنیفہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں تو میں حانث نہ ہوں گا۔ جب علامہ کشمیری کو اس کا علم ہوا تو سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا: ہمیں امام ابوحنیفہؒ کے مدارک اجتہاد تک قطعاً رسائی نہیں ہے[۱] (حیات انور، ص ۳۱۹)

علامہ انور شاہ صاحب کو اپنی حنفیت پر سخت اصرار تھا۔ وہ درس و تحریر میں فقہ حنفی کی حمایت و نصرت کی طرف پوری توجہ کرتے تھے۔ اسکی صحت و ارجحیت پہ دلائل و براہین قائم کرتے تھے[۲] یہاں تک کہ خود ایک مرتبہ فرمایا: میں نے تیس سال تک حنفی مسلک کے جڑ گاڑ دیے ہیں[۳] اس زبردست حمایت و نصرت کے پیچھے جو تاریخ کارفرما ہے۔ اس کی روشنی میں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کا یہ موقف درست نظر آتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ اُس وقت کی ایک اہم علمی مسئولیت بھی نظر آتی ہے۔ جسے علامہ کشمیری نے کمال احتیاط و تدبر سے سرانجام دے کر اُمت کی طرف سے ایک فرض کفایہ ادا کیا۔

حضرت مولانا زکریا صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنی آپ بیتی میں فرماتے ہیں:

"میرے ذہن میں یہ ہے کہ شریعت تو صرف اللہ اور اس کے رسول پاک کا کلام ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنے میں روایات کی جرح و تعدیل میں ائمہ مجتہدین و ائمہ اربعہ کا قول مجھ جیسے نابلد کی تحقیق پہ بہت مقدم ہے بلکہ ان حضرات کے ارشادات ائمہ حدیث سے بھی مقدم ہیں اس لئے یہ ائمہ حضرات، بخاری و مسلم کے اساتذہ یا استاذ الاساتذہ ہیں اور زمانۂ نبوت سے بہ نسبت ائمہ محدثین کے زیادہ قریب ہیں اس لئے روایات کے ردّ و قبول میں ان حضرات کا مرتبہ اور پایہ ہم لوگوں سے کیا بلکہ ائمہ محدثین سے بھی کہیں زیادہ اونچا ہے۔"

(آپ بیتی نمبر ۹، صفحہ ۶۹ - ۷۰)

۲ نزہۃ الخواطر ج ۸ مولانا محمد عبدالحی حسنیؒ و مولانا سید ابوالحسن علی ندوی۔

۳ نفحۃ العنبر: ص ۹۰، مجلس علمی ڈابھیل۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے زوال و ذلت کا ایک بڑا سبب ان کا مسلکی بغض و عناد رہا ہے اس تقلیدی تعصب نے مسلمانوں کے اتحاد و موالنست کو پارہ پارہ کرنے میں مکروہ رول ادا کیا ہے۔ کتنے علماء جاہلوں کے ہاتھوں رسوا ہوئے ہیں اور کتنا شاذ و نادر ہے۔ ورنہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں توہین و تحقیر کا نشانہ بنے ہیں۔ مشہور مفسر و مورخ علامہ ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) کو محض اس جرم کی پاداش میں، کہ انھوں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو فقہاء میں شامل نہیں کیا تھا، مسلمانوں کے ہاتھوں جس مصیبت اور بدترین آزمائش سے سابقہ پڑا تھا اسے ڈاکٹر احمد امین کے الفاظ میں سنئے:

فقد هُوجِمَ من المحدثين وخصوصاً من الحنابلة ونالهُ الضرر منهم وهو في درسه فلما احتجب في بيته رموهُ بالحجارة حتّى صار امام بيته اكواما۔ وذهب الألف من الجند ليحموهُ۔ فلمّا مات لم يحتفل بجنازته۔ والله تعالٰى لايعبأ بكل ذلك۔ فقد اكرمهُ الله بخير من هٰذه المظاهر جزاء جدّه وفضله[1]	اُن پر (علامہ طبریؒ) محدثوں خصوصاً حنبلیوں کی طرف سے حملہ کیا گیا اور درس کی حالت ہی میں انہیں حملہ آوروں کی طرف سے تکلیف پہنچی۔ جب وہ گھر میں چھپ گئے تو اُن پر پتھر پھینکے گئے۔ یہاں تک کہ اُن کے گھر کے سامنے پتھروں کے ڈھیر بن گئے۔ اس کے نتیجہ میں ہزاروں فوجی انہیں تحفظ دینے کے لئے گئے۔ پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو اُن کے جنازے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ بھی ان باتوں کی پروا کرنے والا نہیں ہوتا ہے اس نے علامہ ممدوح کو ان کے دشمنوں کی ایسی حرکتوں کے برعکس ان کی علمی محنت و فضیلت کے صلے میں بہترین مقام و مرتبہ عطا کیا۔

جہاں تک فقہ حنفی کا تعلق ہے اسکی تاریخ کا مطالعہ کرکے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیگر مذاہب فقہ کے مقابلے میں مخالفت اور معاندت کا نمایاں ہدف بنا رہا ہے۔ یہ سلسلہ بہت شروع سے آرہا ہے۔ خود امام ابو حنیفہؒ کو بھی اپنے زمانے میں اس عناد کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان کے جلیل القدر معاصرین اور ممتاز ترین تلامذہ امام صاحب کے مخالفین کی پروپیگنڈا بازی کی تردید کرتے نظر آتے ہیں۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مبارک (۱۱۸ھ تا ۱۸۱ھ) بھی شامل تھے جنہوں نے

---

[1] ظہر الاسلام ج ۲ ص ۴۰۔

رف امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا تھا بلکہ ایک عرصہ تک ان سے فقہ کی تحصیل بھی کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالمجید المحتسب لکھتے ہیں:

وقد تفقه عبد الله بن مبارك	عبداللہ بن مبارک نے ابوحنیفہؒ سے جو عراق
بابي حنيفة النعمان بن الثابت	میں اہل الرائے کے پیشوا تھے فقہ حاصل کی
امام اهل الرأي في العراق ولاريب	اور اس میں شبہ نہیں ہے کہ وہ بغداد جانے
في ان ابن المبارك لازم اباحنيفة	سے قبل عراق میں کافی مدت تک امام صاحب
مدةً من الزمن واخذ عنه الفقه	کی خدمت میں بیٹھے اور ان سے فقہ کا
وهو في الكوفه قبل ان يرحل الى	علم حاصل کیا۔
بغداد۔[1]	

...

کسی زمانے میں احناف کی کتابیں جلائی گئیں۔ یہاں تک کہ بعض اہل علم نے انہیں دریا برد کر دیا۔ اسپین ے ایک حکمران نے چند علماء کو اپنے دربار سے محض اس لئے نکلوایا کہ وہ مسلکاً حنفی تھے[2] متاخرین نے ں میں اور زیادہ غلو برتا۔ یہاں تک کہ غیر حنفی اہل علم بھی اس پر افسوس کئے بغیر نہیں رہے۔ بعض علماء نے لہار افسوس پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ذات اور ان کی خدمات پر معاندین کی ڈالی ئی گرد جھاڑ دی۔ علامہ جلال الدین سیوطی، ابن حجر ہیتمی وغیرہ نے امام صاحب کی توصیف و تحمید میں مستقل ابیں بھی لکھیں۔ اسی طرح حافظ سخاوی علامہ ابن عبدالبر، علامہ ابن خلدون وغیرہ نے بھی امام صاحب ر ان کے دبستانِ فقہ کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کی۔ معاندین اس حد تک پہنچ گئے کہ امام اعظم ر ان کے مقلدوں کو حدیثِ رسولؐ کا دشمن قرار دیا اور بہ بلند بانگ دعویٰ صرف اس لئے کیا گیا کہ امام حنیفہؒ بہت سے جلیل القدر صحابہؓ کے نقش قدم پر چل کر اسلامی قوانین کی تشکیل میں اور روح شریعت ک پہنچنے کے لئے فکر و بصر کو اپنا مقام دینے کے قائل تھے[3] اسی لئے فقہائے اسلام نے نیک نیتی

---

[1] عبداللہ بن المبارک المروزی: ص ۵۴ - وزارۃ الاوقاف والشؤن، عمان ۱۹۷۲ء

[2] کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ، مقدمہ ص ۲۸ -

[3] حضرت فاروق اعظمؓ کے بارے میں ڈاکٹر احمد امین لکھتے ہیں:

"وكان يجتهد في تعرف المصلحة التي لاجلها كانت الاية او الحديث ثم يسترشد بتلك المصلحة واحكامه، وهو اقرب شيئ الى ما يسمى عنه الان بالاسترشاد بروح القانون لابحرفيته" (فجر الاسلام: ص ۲۹۲)

سے احناف کو اہل الرائے کا خطاب دیا مگر جب بدقسمتی سے بعض حضرات نے طنز و استہزاء کے معنوں میں استعمال کیا خود علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں :

انّ بعض الشوافع یلقبون الحنفیۃ باھل الرائے ھجواً لھم ۔

بعض شوافع احناف کو بہ سبیل طنز اہل الرائے کہتے ہیں ۔

اور تو اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ افواہ اڑائی گئی کہ وہ حدیث کا کماحقہٗ علم نہیں رکھتے ہیں اور ان کا ترتیب دیا ہوا فقہی ذخیرہ اُن کے ذاتی آراء اور قیاسات کا انبار ہے ۔ علامہ ابن خلدون اس کی پُرزور تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اصل میں ائمہ مجتہدین کے ہاں احادیث کے رد و قبول کے شروط مختلف تھے جن کے ہاں یہ شروط سخت تھے اُن کے نزدیک صحیح احادیث کی تعداد کم ہوئی جیسے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور جن ائمہ کرام کے نزدیک یہ شروط نرم تھے ان کے ہاں احادیث کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

واعلم ایضاً ان الائمۃ المجتہدین تفاوتوا فی الاکثار من ھذہ الصناعۃ والاقلال ۔ فابوحنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقال عندہ بلغت روایتہ الی سبعۃ عشر حدیثاً او نحوھا ومالک رحمہ اللہ انما صحّ عندہ ما فی کتاب الموطاء غایتہا ثلاثمائۃ حدیث او نحوھا واحمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ فی مسندہ خمسون الف حدیث ولکلّ ما ادّاہ الیہ اجتہادہ فی ذلک ۔[1]

جاننا چاہئے کہ آئمہ مجتہدین احادیث پرکھنے کے فن میں ایک دوسرے سے کثرت و قلت میں مختلف ہوئے ۔ کہا جاتا ہے ۔ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں سترہ یا اس جیسی تعداد میں ہی احادیث پہنچے ۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اتنے ہی صحیح ثابت ہوتے جو اُن کی تصنیف مؤطا میں موجود ہیں جس کی تعداد میں تین سو یا اس کے قریب پہنچ جاتی ہے[2] امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسند میں احادیث کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی ہے ۔ اس طرح ہر ایک مجتہد نے اپنے اجتہاد کی روشنی میں یہ تعداد مقرر کی ہے ۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون : ص ۳۸۸ ، مطبعۃ البہیۃ ، مصر ۔

[2] ابتداً مؤطا میں دس ہزار حدیثیں تھیں مگر امام صاحب نے سب کو قلم زد کر دیا ۔ اب ۱۷۲۵ باقی ہیں ۔ جس میں مسند و مرفوع ۶۰۰ ، مرسل ۲۲۲ ، موقوف ۶۱۳ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ ۲۸۵ ہیں ۔" مقدمہ اوجز المسالک ص ۲۸ بحوالہ محدثین عظام : مولانا تقی الدین ندوی : ص ۸۳

آگے علامہ ابن خلدون بعض معاندوں کی اس خام خیالی کی کہ کوئی امام و مجتہد بھی علم حدیث میں کم مایہ ہوتا ہے، تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقد تقول بعض المبغضين المتعسفين الى ان منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلهذا اقلت روايته، ولا سبيل الى هذا المعتقد في كبار الائمة۔

بعض بے راہ رو حاسدوں کا یہ خیال ہے کہ ائمہ مجتہدین میں سے بھی کوئی علم حدیث میں کم مایہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے ہاں روایات کی تعداد کم ہوتی ہے۔ حالانکہ ائمہ عظام کے بارے میں ایسا باطل تصور قائم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

مگر اس ساری مخالفت اور معاندت کے باوجود حنفی مسلک پھیلتا گیا بلکہ بعض اسلامی ملکوں میں صدیوں تک قانوناً رائج رہا۔ ہندوستان میں بھی حنفی مسلک بھی ایک طویل زمانے سے رائج العمل رہا۔ اکثر سلاطین و صوفیا جن کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان اسلام شائع و ذائع ہوا، اسی مسلک پر عامل تھے۔

بقیہ: صـ ۹

خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے لہٰذا ہم جب دین سے وابستہ ہو جاتے ہیں تو ہم دین کی حفاظت نہیں بلکہ درحقیقت دین ہماری حفاظت کرتا ہے۔

عمل کی راہ آسان ہونے کا ایک تصور" ملائکہ سرکاری گواہ ہیں

۱۲ر فروری ۸۵ء ارشاد فرمایا

یہ صبح و شام جو ملائکہ کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں میں نے غور کیا تو ان ملائکہ کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہے۔ اس لئے ان کی اہمیت بھی زیادہ ہے۔ اور جن کو خود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔

یہ دارالعلوم کے سامنے جو ریل گاڑی کی پٹڑی ہے عام طور مشاہدہ یہ ہے کہ پٹڑی پہ کام کرنے والے ملازم ایک طرف بیٹھے گپیں ہانک رہے ہوتے ہیں لیکن جب دور سے گاڑی آتے دیکھ لیتے ہیں تو فوراً سنبھل جاتے ہیں اور کدال ہاتھ میں لے کر کام شروع کر دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ گاڑی میں ان کے سرکاری آفیسرز کے آنے کا احتمال ہوتا ہے۔ مزدور یہ تاثر دلانا چاہتے ہیں کہ ہمارے آفیسرز (سرکاری گواہ) ہماری رپورٹ درست لکھیں اور ہمیں واقعۃً کام میں مخلص سمجھیں۔ صبح کو آنے والے ملائکہ جب عصر کو جاتے ہیں تو وہ بھی اللہ کے نیک بندوں کو وضو کرتے دیکھ کر مصروف خدمت ہونے کی رپورٹ لکھتے ہیں اور آنے والے فرشتے نماز پڑھتے دیکھ کر مصروف عبادت ہونے کی رپورٹ لکھتے ہیں۔ سرکاری گواہ جانے والے کہتے ہیں کہ وضو کر رہا تھا آنے والے کہتے ہیں کہ نماز پڑھ رہا تھا۔ یہ بڑا پیارا تصور ہے اور اس سے عمل کی راہ آسانی ہوتی ہے۔